Surah Nisa (Ayat 166-176)

Tadabbur Quran:

166: لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

پر اللہ گواہی دیتا ہے اس چیز کی جو اس نے تم پر نازل کی ہے۔ اس نے اس کو اپنے علم کے ساتھ نازل کیا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور گواہی کو تو اللہ ہی کافی ہے

167: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے

168: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝

جن لوگوں کفر کیا اور اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے ان کو تو خدا نہ بخشنے کا ہے اور نہ ان کو کوئی اور راستہ دکھانے کا ہے

169: اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

جہنم کے سوا، جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور اللہ کے لیے یہ بات آسان ہے

166۔169:۔

استدراک کا پہلو: حرف "لکن" استدراک کے لیے آتا ہے۔ یہ استدراک اس بات پر ہے جو اوپر والے ٹکڑے سے نکلتی ہے۔ اوپر انبیاء کے سلسلے اور ان کی طرف وحی بھیجے جانے کا تفصیل کے ساتھ جو حوالہ دیا ہے اس سے مقصود، جیسا کہ ہم نے عرض کیا، اہل کتاب کے مکذبین پر یہ واضح کرنا تھا کہ جو حقیقت ایسی جانی پہچانی ہوئی ہے، جس کو پرکھنے اور جانچنے کے لیے اتنے معیارات اور اتنی کسوٹیاں موجود ہیں، اگر یہ اس کو جھٹلاتے ہیں تو بس ان کی شامت ہی آئی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس پر استدراک کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ جھٹلاتے ہیں تو جھٹلائیں اللہ تو اس چیز کی گواہی دیتا ہے جو اس نے تمہاری طرف اتاری ہے، یعنی اس بات کی گواہی کہ یہ من جانب اللہ ہے، اس میں نفس اور شیطان کو کوئی دخل نہیں ہے، اللہ نے اس کو اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے، اس میں کسی وسوسہ نفسانی یا کسی دغدغہ شیطانی کی کوئی آمیزش نہیں ہے، اس کا تعلق علم الٰہی کے پاک سرچشمہ سے ہے اور یہ آب حیات کی طرح بالکل خالص اور بے آمیز ہے۔ مزید فرمایا کہ اس کے حق میں گواہی تو اللہ ہی کی کافی ہے لیکن اللہ کے ساتھ فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں۔

یہ کلام پیغمبر کی تسلی کے لیے ہے : یہ ارشاد، جیسا کہ واضح ہے، پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تسلی کے لیے ہے کہ یہ مخالفین تمہاری وحی کو وحی نہیں مانتے تو نہ مانیں، اس کی صحت و صداقت ان کے ماننے نہ ماننے پر منحصر نہیں ہے۔ تمہارے اطمینان کے لیے یہ بس ہے کہ خدا اور فرشتے اس کے گواہ ہیں۔ تم جس بزم قدس سے وابستہ ہو تمہارے لیے سند ان کی سند ہے نہ کہ ان محروم القسمت لوگوں کی جو گہر میں امتیاز سے قاصر ہیں۔ یہ لوگ تو حق سے دور ہوتے ہوتے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ اب ان کے لیے راہ حق کی طرف مڑنے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہا ہے۔ انھوں نے اپنے کفر اور اپنی جانوں پر خود اپنے ہاتھوں ظلم سے اپنے آپ کو اس قابل ہی نہیں چھوڑا ہے کہ خدا ان کی مغفرت فرمائے یا جہنم کے راستے کے سوا کوئی اور راہ ان کو دکھائے۔ اب یہ جہنم ہی میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ اور خدا کے لیے یہ معاملہ بہت آسان ہے۔ اس نے ان پر حجت تمام کر دی، اب یہ چیز ذرا بھی اس پر شاق نہیں گزرے گی کہ یہ جہنم میں پڑیں اور اس میں ہمیشہ رہی۔ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا کے ٹکڑے پر ہم دوسری جگہ بھی بحث کر چکے ہیں۔

نبی کی صداقت کی ایک باطنی دلیل : یہ کلام اگرچہ، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، تسلی کے محل میں ہے لیکن یہ وحی کی صداقت کی ایک دلیل بھی ہے جس کا تعلق پیغمبر کی ذات سے ہے۔ اوپر وحی کی صداقت کی جو دلیل بیان ہوئی ہے اس کی نوعیت تاریخی شہادت کی ہے۔ یعنی انبیاء کی تاریخ اور ان کی وحی کی کسوٹی پر جانچ کر قرآن اور پیغمبر کا درجہ متعین کیا گیا ہے۔ اب یہ ایک دوسری دلیل بیان ہوئی ہے جس کی نوعیت ایک باطنی دلیل کی ہے۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ پیغمبر اپنے باطن میں خدا اور فرشتوں کی شہادت اس طرح سنتا سمجھتا اور پرکھتا ہے کہ اس کے لیے اپنی وحی کی صداقت پر کسی شب ہے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس طرح کی شہادت کسی غیر نبی کو حاصل نہیں ہوتی اس وجہ سے کسی غیر نبی کے الہام اور نبی کی وحی میں آسمان و زمین کا فرق ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنی جس کیفیت کو الہام سمجھ رہا ہے وہ محض ایک وسوسہ نفسانی یا شیطانی ہو لیکن پیغمبر پر وحی جس افق سے آتی ہے، جس زور و قوت کے ساتھ آتی ہے اور اللہ اور ملائکہ کی جس تائید و شہادت کے ساتھ آتی ہے وہ بجائے خود ایک ایسی برہان ہوتی ہے جس کے بعد کسی شب ہے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ وحی کی صداقت کا یہی پہلو ہے جس کی وجہ سے ساری خدائی بھی نبی کی تکذیب کرے تب بھی اس کے اعتماد میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ اس کی بزم و انجمن اس کے باطن کے اندر ہوتی ہے جہاں اس کو خدا اور روح القدس کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ اس مسئلے پر مزید بحث انشاء اللہ ہم سورۂ تحریم میں کریں گے۔

170: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○

اے لوگو، رسول تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے حق لے کر آگیا ہے پس ایمان لاؤ، اسی میں تمہاری بہتری ہے اور اگر کفر پر جمے رہو گے تو یاد رکھو کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے

ایک عام تنبیہ جس میں روئے سخن عیسائیوں کی طرف ہے: خطاب اگرچہ عام ہے لیکن آگے والی آیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ روئے سخن اہل کتاب بالخصوص نصاری کی طرف ہے۔ فرمایا کہ اے لوگو، اللہ کا رسول تمہارے پاس حق لے کر آگیا ہے۔ اللہ کے دین میں تم نے جو ملاوٹیں کر دی تھیں اور جن کے سبب سے یہ معلوم کرنا ناممکن ہو گیا تھا کہ حق کیا ہے، اب ان تمام ملاوٹوں سے پاک ہو کر دین از سر نو اپنی کامل شکل میں تمہارے پاس آگیا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ، اس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔ اگر تم اس کا انکار کرو گے تو یاد رکھو کہ خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ تمہارا ہی بگڑے گا۔ خدا تو سب سے بے نیاز ہے۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ سب اس کے قابو میں ہیں اور وہ ہر ایک کے اعمال سے واقف ہے، وہ ہر نفس کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ اگر یہ چیز آج ٹل رہی ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جزا ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ اس کی حکمت کے تحت ٹل رہی ہے۔ خدا حکیم بھی ہے۔

171: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۫ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ پر حق کے سوا کوئی اور بات نہ ڈالو، مسیح عیسیٰ ابن مریم تو بس اللہ کے ایک رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف القا فرمایا اور اس کی جانب سے ایک روح ہیں۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تثلیث کا دعویٰ نہ کرو۔ باز آجاؤ۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ معبود تو بس تنہا اللہ ہی ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کارساز بس ہے

غلو " کا مفہوم: لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ۔ " غلا یغلو " کے معنی بڑھنے، زیادہ ہونے، متجاوز ہونے کے ہیں، جب یہ لفظ دین کے تعلق سے آئے تو اس کا " مفہوم یہ ہوتا ہے کہ دین میں جس چیز کا جو درجہ، مرتبہ یا جو وزن و مقام ہے اس کو بڑھا کر کچھ سے کچھ کر دیا جائے۔ جو چیز پاؤ سیر ہے وہ من بھر کر دی جائے، جو حکم صرف استحباب و استحسان کا درجہ رکھتا ہے اس کو فرض اور واجب کا درجہ دے دیا جائے، جو شخص ایک فقیہ یا مجتہد یا صحابی ہے

اس کو امام معصوم بنا دیا جائے، جس کو اللہ نے نبی اور رسول بنایا اس کو شریک خدا یا خدا بنا ڈالا جائے، جس کی صرف تعظیم مطلوب ہے اس کی عبادت شروع کر دی جائے۔ یہ اور اس قبیل کی ساری باتیں غلو میں داخل ہیں اور جس طرح مذہب کے معاملات میں تفریط بہت بڑا جرم ہے، اسی طرح یہ افراط بھی بہت بڑا فتنہ ہے۔ اس سے مذہب کا وہ مزاج، جو سر تا سر اعتدال ہے، بالکل درہم برہم ہو جاتا ہے اور اس کی وہ خدائی ترکیب و تالیف جو اس کے اجزا کو حسن و جمال کا ایک دلآویز پیکر بناتی ہے بالکل مسخ ہو جاتی ہے۔ یوں تو اس غلو میں تمام اہل مذاہب مبتلا ہوئے ہیں، یہاں تک کہ ہم مسلمان بھی، جن کو عدل و قسط پر قائم رہنے کی سب سے زیادہ تاکید ہوئی ہے، اس فتنے میں مبتلا ہو گئے لیکن نصاریٰ کو تو یوں سمجھئے کہ اس فساد میں امات کا درجہ حاصل ہے۔ ان کی اصل بیماری یہی ہے کہ انھوں نے اپنے اس غلو کے سبب سے پورے دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) خدا کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ ان کو انھوں نے خدا کا بیٹا بنایا اور پھر ان کو لے جا کر خدائی کے عرش پر بٹھا دیا، حضرت مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ تھیں، ان کو نعوذ باللہ خدا کی ماں بنایا، حضرت جبرائیل خدا کے بندے اور فرشتے ہیں ان کو بھی ایک اقنوم کی حیثیت دے کر خدائی کی تثلیث میں شریک کر دیا، سیدنا مسیح نے دنیا اور دنیوی زندگی کے زخارف سے بچتے رہنے کی تاکید فرمائی تو انھوں نے رہبانیت کا ایک پورا نظام کھڑا کر دیا۔ غرض اس غلو کے ہاتھوں انھوں نے مذہب کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں چھوڑی جو اپنی جگہ پر برقرار رہ گئی ہو۔ فرش کی چیز عرش پر پہنچ گئی اور عرش کی چیز فرش پر آ رہی۔

غلو کے فتنہ کا راستہ: وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ، دین میں غلو کا فتنہ جس راہ سے پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کی تائید و تقویت کا ساز و سامان جہاں سے فراہم ہوتا ہے، یہ اس کا سد باب ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف وہی بات منسوب کی جائے جو اس نے فرمائی ہے تو اس سے کسی فتنے کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔ فتنے کا دروازہ اس وقت کھلتا ہے جب اس کی طرف وہ بات منسوب کی جائے جو اس نے نہیں فرمائی ہے۔ یہی چیز بدعت ہے اور یہیں سے شیطان کو دین میں گھسنے اور اس میں فساد برپا کرنے کی راہ کھلتی ہے۔ نصاریٰ جہاں سے ہلاک ہوئے ہیں وہ یہی دروازہ ہے۔ انھوں نے پال کی تمام خرافات کو اپنے دین کا جزو بنا دیا اور پھر اس پر اپنے سارے علم کلام کی عمارت کھڑی کر لی۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انجیلوں میں تحریفات کے باوجود، اس فتنے کی آرائش کے لیے کچھ زیادہ مواد موجود نہیں ہے جس میں مسیحی مبتلا ہوئے۔ بعض چیزیں تحریف کی راہ سے ان میں داخل بھی کی گئیں تو ان کی تردید کا سامان بھی، جیسا کہ ہم نے آل عمران میں واضح کیا ہے، ان میں موجود ہے۔ اصل گمراہی کا مواد پال کی تعلیمات میں ہے اور ان کا تعلق نہ خدا سے ہے نہ مسیح سے۔

مسیح کی اصل حقیقت: اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ الایۃ، اب یہ مسیح کے بارے میں وہ صحیح بات بتائی گئی ہے جو اللہ نے ان کے باب میں فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، ان کی ولادت اللہ کے کلمہ 'کن' سے ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف القا فرمایا، اور ان کو روح بھی خدا ہی کی جانب سے عطا ہوئی مطلب یہ ہے کہ ان کی خارق عادت ولادت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بنا پر ان کو خدائی کا درجہ دے دیا جائے۔ ان کی ولادت اسی طرح خدا کے کلمہ 'کن' سے ہوئی ہے جس طرح آدم کی ولادت کلمہ 'کن' سے ہوئی اور ان کے اندر بھی خدا نے اسی طرح روح پھونکی

ہے جس طرح آدم کے اندر روح پھونکی۔ اسباب تو محض ظاہر کا پردہ ہیں، وجود اور زندگی تو جس کو بھی ملتی ہے خدا ہی کے حکم اور اسی کی عطا کردہ روح سے ملتی ہے۔ آل عمران آیت 59 کے تحت بھی یہ بحث گزر چکی ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۫ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ۔ یعنی اپنے چند توہمات کو بنیاد بنا کر یہ تثلیث کا گورکھ دھندا جو تم نے کھڑا کیا ہے اس سے تائب ہو کر اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ "رسولوں پر ایمان لاؤ" کے الفاظ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب خدا کے تمام رسولوں کی تعلیم توراۃ و انجیل میں موجود ہے اور اس تعلیم میں مسیح سے لے کر آدم تک کہیں تثلیث کا سراغ نہیں ملتا تو آخر یہ فتنہ تم نے کہاں سے گھڑ لی۔ پس صحیح راستہ تو یہ ہے کہ یہ الگ پگڈنڈی نکالنے کے بجائے تم بھی اس صراط مستقیم پر چلو جس پر تمام نبی اور رسول چلے۔ آخر یہ کس طرح ممکن ہے کہ مسیح کی تعلیم اللہ اور اس کے رسولوں کی متفقہ تعلیم سے بالکل الگ ہو۔

تثلیث کا عقیدہ: "ثلٰثۃ" سے مراد نصاری کا عقیدہ تثلیث ہے جو پال کی اختراعات میں سے ہے۔ اس عقیدے کی رو سے الوہیت میں باپ، بیٹے اور روح القدس تینوں شریک ہیں۔ یہ عقیدہ یوں تو بالکل مشرکین کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے لیکن ساتھ ہی اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ انجیلوں میں توحید کی تعلیم جو نہایت واضح الفاظ میں دی گئی ہے، کچھ اس کی بھی لاج رکھی جائے۔ 1

1 ہمارے مخدوم مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر میں مسیحیوں کا یہ عقیدہ خود ان کے الفاظ میں اس طرح نقل کیا ہے۔ "باپ بیٹے اور روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر، عظمت ازلی یکساں، جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا اور ویسا ہی روح قدس ہے۔ باپ غیر مخلوق، بیٹا غیر مخلوق، اور روح القدس غیر مخلوق، باپ غیر محدود، بیٹا غیر محدود اور روح القدس غیر محدود، باپ ازلی، بیٹا ازلی، اور روح القدس ازلی۔ تاہم تینوں ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی۔ اس طرح تین غیر محدود نہیں اور تین غیر مخلوق بلکہ ایک غیر مخلوق اور ایک غیر محدود۔ یوں ہی باپ قادر مطلق، بیٹا قادر مطلق، اور روح القدس قادر مطلق۔ تو بھی تین قادر مطلق نہیں بلکہ ایک قادر مطلق۔ ویسا باپ خدا، بیٹا خدا، اور روح القدس خدا، بس یہی تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا"۔

اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ میں خیراً اسی طرح فعل محذوف سے منسوب ہے جس طرح اوپر والی آیت میں ہے۔ یہ بات یہاں دھمکی کے اسلوب میں ہے۔ یعنی یہ تین میں ایک اور ایک میں تین کے چکر سے باہر نکلو ورنہ شامت آ جائے گی۔ اللہ ہی واحد الٰہ ہے۔ اس کی الوہیت میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کی صفات الوہیت کے یہ بات بالکل منافی ہے کہ اس کے اولاد مانی جائے۔ وہ ازلی و ابدی اور سب سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے تو اسے بیٹوں اور بیٹیوں کی کیا ضرورت ہے؟ وہ سب کی کارسازی سب کی مدد، اور سب کے بھروسے کے لیے کافی ہے تو اس کے ساتھ کسی دوسرے کو جوڑنے کے کیا معنی؟ یعنی یا تو خدا اپنی ذات میں کوئی خلا رکھتا ہو تب شرک کی گنجائش پیدا ہوتی ہے یا دوسروں کی ضروریات کے اعتبار سے کوئی کمی اس کے اندر ہو تب اس کی گنجائش پیدا ہوتی ہے، اگر وہ اپنی ذات اور صفات میں بھی کام ہے اور اپنی خلق کے لیے بھی کافرو

وافی ہے تو شرک کی گنجائش کدھر سے نکلی؟

172: لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ○

اور مسیح کر ہر گز اللہ کا بندہ بننے سے عار نہ ہو گا اور نہ مقرب فرشتوں کو عار ہو گا اور جو اللہ کی بندی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو اللہ ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کرے گا

173: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○

پس جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہوں گے تو ان کو تو ان کا پورا پورا اجر بھی دے گا اور اپنے فضل میں سے ان کو مزید بخشے گا اور جنہوں عار اور تکبر کیا ہو گا ان کو دردناک عذاب دے گا اور وہ اللہ کے بالمقابل نہ کسی کو اپنا دوست پائیں گے نہ مددگار

-:173-172

استنکاف " کے معنی ہیں کسی چیز سے غیرت، حمیت، خودداری یا استکبار کے سبب سے اعراض کرنا۔ "

اس آیت کا صحیح زور سمجھنے کے لیے لاتغلوا فی دینکم والی آیت نگاہ میں رکھیے۔ غلو کے فتنے میں مبتلا ہونے کا بڑا سبب درحقیقت استکبار ہے۔ جو لوگ کسی چیز یا کسی شخص کو مان لیتے ہیں، وہ اگر حدود سے واقف یا ان کو ملحوظ رکھنے والے نہ ہوں تو ان کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس چیز یا شخص کو سب چیزوں اور تمام اشخاص سے بڑھ کر ثابت کر دکھائیں۔ پھر وہ اپنے استکبار کے اعتبار سے اس کو بڑھانا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کو بڑھاتے بڑھاتے اس حد تک پہنچا دیتے ہیں جہاں پہنچ کر استکبار کو تسلی ہو جاتی ہے کہ اب برتری کے میدان میں کوئی ان کا حریف نہیں رہا اور یہاں کوئی ان کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ عیسائیوں کو یہی فتنہ پیش آیا۔ انھوں نے جب حضرت عیسیٰ کو مانا تو صرف اتنے ہی پر قانع نہ رہ سکے کہ ان کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول مانیں۔ انھوں نے خیال کیا کہ اللہ کے بندے اور رسول تو بہت سے ہیں اگر مسیح بھی اللہ کے بندے اور رسول ہی ہیں تو پھر ان کا اور ان کے ماننے والوں کا امتیاز کیا ہوا؟ اس محرک نے، جو کھلا ہوا استکبار ہے، انھیں آمادہ کیا کہ وہ کھینچ تان کر ان کو شریک خدا ثابت کریں۔

قرآن نے عیسائیوں کی اسی ذہنیت کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ خدا کی بندگی کو تو مسیح نے نہ عار سمجھا، نہ سمجھیں گے، نہ روح القدس اور دوسرے مقرب فرشتے اس کو عار سمجھیں گے۔ وہ اپنے درجے اور مرتبے کو خوب جانتے ہیں۔ البتہ جن لوگوں نے خدا کی بندگی کو عار سمجھا اور اپنے استکبار

کے نشے میں یہ سارا فساد برپا کیا ہے ایسے سارے لوگوں کو خدا اپنے حضور میں جمع کرے گا۔ اس دن ان لوگوں کو جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کی ہو گی اللہ پورا پورا اجر بھی دے گا اور ان کو اپنے فضل سے بھی نوازے گا۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے خدا کی بندگی کو عار سمجھا اور غرور میں آکر بات کا بتنگڑ بنایا تو اللہ ان کو دردناک عذاب دے گا اور ان کا کوئی کارساز و مددگار نہ ہو گا جو ان کی طرف سے اللہ کے مقابل میں کھڑا ہو سکے۔

174: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○

اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک حجت آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور مبین اتار دیا

175: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○

تو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کو انھوں نے مضبوطی سے پکڑ لیا ان کو وہ اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انھیں اپنی طرف سیدھی راہ کی ہدایت بخشے گا

-:175-174

'برہان' اور 'نور مبین' سے مراد: 'برہان' اور 'نور مبین' سے مراد قرآن مجید ہے۔ 'برہان' کے لفظ سے اس کے عقلی و استدلالی پہلو کو واضح ' فرمایا ہے کہ وہ ایک حجت قاطع ہے، اس کے اندر ہر شبہ، ہر اعتراض اور ہر سوال کا مسکت اور تشفی بخش جواب موجود ہے بشرطیکہ آدمی اس پر کھلے دل سے غور کرے۔ 'نور مبین' سے اس کے عملی پہلو کو واضح فرمایا ہے کہ وہ زندگی کے تمام نشیب و فراز میں حق و باطل کو واضح کر کے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتا ہے اور تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

ہدایت' سے مراد مطلوب و مقصود کی ہدایت: وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَ۔قِيْمًا، میں ہدایت کا لفظ میرے نزدیک اس ہدایت کے لیے ہے جو اہل ' ایمان کو آخرت میں حاصل ہو گی۔ قرآن میں یہ لفظ اس مفہوم میں متعدد مقامات میں استعمال ہوا ہے۔ بقرہ میں ہدایت کے مختلف مدارج پر بحث گزر چکی ہے۔ آخرت کی ہدایت مقصود و مطلوب کی طرف ہدایت ہے۔ یہ بات کہ اس ہدایت کا تعلق آخرت سے ہے اس سے نکلتی ہے کہ اس کا عطف فسید خلہم پر ہے جس کا تعلق صریحاً آخرت سے ہے اور یہ بات کہ یہ ہدایت مطلوب و مقصود کی طرف ہے، 'الیہ' کے لفظ سے نکلتی ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ پر ایمان اور اس حبل اللہ کو، جو قرآن کی شکل میں ان کی طرف نازل ہوئی ہے، مضبوطی سے پکڑ لیں گے خدا ان کو اپنی رحمت اور فضل بے پایاں سے بھی نوازے گا اور براہ مستقیم اور براہ راست ان کی رہنمائی اپنے قرب کی طرف بھی فرمائے گا اور یہ آخرت کی نعمتوں میں سے سب سے

بڑی نعمت ہو گی اس لیے کہ تمام ہدایت و شریعت کی اصل غایت اور اہل ایمان کی تمام مساعی کا اصل مقصود و مطلوب یہی قرب الٰہی ہے۔ اس آیت کا خطاب عام ہے جس میں مسلمان، اہل کتاب اور اہل عرب سب آ گئے ہیں۔

176: يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

وہ تم سے فتوی پوچھتے ہیں۔ کہہ دو اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مرے، اس کے کوئی اولاد نہ ہو، اس کے ایک بہن ہو تو اس کے لیے اس کے ترکہ کا نصف ہے اور وہ مرد اس بہن کا وارث ہو گا اگر اس بہن کے کوئی اولاد نہ ہو۔ اور اگر بہنیں دو ہوں تو ان کے لیے اس کے ترکہ کا دو تہائی ہو گا اور اگر کئی بھائی بہن مرد عورتیں ہو تو ایک مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ اللہ تمہارے لیے اس کی وضاحت کرتا ہے کہ مبادا تم گمراہی میں پڑ جاؤ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے

آگے کا مضمون۔ آیت 176:۔

آخری آیت بطور ضمیمہ: اوپر والی آیت پر یہ سورۃ تمام ہوئی۔ اب آگے ایک آیت بطور ضمیمہ لگا دی گئی ہے جو ابتدائے سورۃ کے بیان کردہ احکام وراثت کے ایک خاص مسئلے کی وضاحت کے لیے بعد میں نازل ہوئی۔ اس کے آخر میں 'کذلک یبین اللہ' کے الفاظ سے اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ یہ توضیحی آیت ہے جو بعد میں توضیح کے طور پر نازل ہوئی ہے۔ اس قسم کے ضمیمے کی مثال سورۃ بقرہ میں بھی گزر چکی ہے۔ آیت کی تلاوت فرمائیے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ ۔ تَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ يَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

کلالہ کی میراث کا حکم: کلالہ کی میراث کا حکم آیت 12 میں گزر چکا ہے۔ کلالہ سے مراد وہ مورث ہے جس کے نہ اصول میں کوئی ہو، نہ فروع میں، صرف بھائی بہن وغیرہ ہوں۔ اگر آیت 12 کے حکم کو صرف اخیافی بہن کے ساتھ مخصوص مان لیا جائے تو اس توضیحی حکم کے بعد کلالہ کی وراثت کے حکم کا ہر پہلو واضح ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیلات فقہ و فرائض کی کتابوں میں موجود ہیں۔

سورۃ نساء کی تفسیر کی یہ آخری سطریں ہیں جو اس گناہ گار کے قلم سے حوالہ قرطاس ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ لغزشوں کو معاف فرمائے اور صحیح باتوں کے لیے دلوں میں جگہ پیدا کرے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔